رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور معروف اخبار جسکو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا۔

ہفتہ وار

THE AL-HAKAM. QADIAN.

الحکم قادیان

دور جدید

چہ گویم باتو گر آئی بہ دارالاماں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

مدیر اعلیٰ:۔ شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

مدیر مسئول:۔ شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

چندہ سالانہ

حکومت اور والیان ریاست سے ۱۲ر

امرا و رؤسا سے منگے

معاونین سے ۱۰ر

عوام سے ۵ر

ممالک غیر سے ۱۲ر

مدینۃ المسیح

قادیان دارالامان سے ہر انگریزی ماہ کی ۷ر ۱۴ر ۲۱ر ۲۸ر تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔

قیمت فی پرچہ ۲ر

جلد ۳۹ — ۲۵ر شوال ۱۳۵۴ء مطابق ۲۱ر جنوری ۱۹۳۶ء یوم سہ شنبہ — نمبر ۲

دُعا

اے خدا۔ اے بندوں کے مالک کہ تیری قدرت کا ایک زبردست ہاتھ ہر ایک کی گردن پر ہے۔ اے دروازہ ہائے رحمت کے کھولنے والے۔ ہر طرح کے اسبابوں کے مہیا کر دینے والے ہمارے واسطے وہ سبب اور ایسا سامان مہیا فرما جو ہماری طاقت درخواست و طلب سے بڑھ کر ہے۔

خدایا ہم کو خاص اپنے کام میں مشغول ہونے کی توفیق عنایت فرما کہ ہم تیرے ہی انصاف و داد سے تسلی یاب ہوں۔ تیری مخلوق سے کوئی تمنا اور آرزو ہمکو نہ ہے ہمارا اُنس و محبت اگر ہو تو تجھی سے ہو تیرے غیر سے تعلق خاطر ہمیں و بال جان ہو تیری تقدیر پر رضامندی ہماری خوشی ہو۔ تیری طرف سے کسی زحمت و بلا کے آنے پر ہمیں صبر آجائے۔ صرف تیری ہی عطا پر ہم قناعت کرنے والے ہوں اور تیری ہی نعمتوں کے شکر گذار محض تیری ہی یاد سے ہمیں لذت ملے۔ اور تیری ہی سچی کتاب ہمارے لئے راحت و شادمانی کا باعث ہو۔ رات کے درمیانی سنسان گھڑیوں اور دن کے آغاز و انجام پر ہمیں تیری ہی ذات پاک کے ساتھ راز گوئی کی عزت حاصل ہو وہ دنیا جو تیری پاک یاد سے غافل کرنیوالی ہے ماوس سے ہم کنارہ کش ہو جائیں۔ اور آخرت سے دوستی اور محبت کا لگاؤ پیدا ہو تیری ملاقات کا شوق غالب ہو تیری ہی جناب کی طرف ہر وقت متوجہ رہیں گویا کہ ہم ہر وقت موت کے لئے طیار بیٹھے ہیں۔ اور یقین کہ یہی ایک سچی راہ ہے جس راہ سے ہم نے تیرے حضور حاضر ہونا ہے۔

اے ہمارے پروردگار جو وعدہ تو نے ہمارے حق میں اپنے پیارے رسولوں کی زبان پر فرمایا ہے وہ ہمیں عنایت فرما۔ ہم کو روز قیامت کی رسوائی سے بچا۔ بیشک تیری ذات سے ہرگز خلاف وعدہ نہیں ہوتا۔

الٰہی اپنی توفیق کو ہماری رفیق اور راہ راست کو ہمارا طریق مقرر فرما خداوندا ہمارے مقصدوں میں ہم کو تو کامیاب کر۔ اور ہماری توبہ قبول کرنے والا مہربان تو ہی ہے

الٰہی ہماری صبح کا آغاز تیرے ہی نام پاک سے ہو۔ اور اختتام شام پر بھی تیرا ہی نام پاک منہ سے نکلے تیرے ہی نام سے ہماری زندگی ہو اور تیرے ہی نام سے ہماری موت ہمارا رجوع آخری تیری ہی جناب کی طرف ہے۔

خدایا۔ اپنے روئے مبارک کی لذت دیدار ہمیں عطا فرما اور اپنی ملاقات پاک کا ذوق و شوق ہمارے دلوں میں پیدا کر۔

بارالٰہا۔ ہمیں سچ کو سچ کر دکھا۔ اور اسی سچ کی تابعداری پر قائم رکھ۔ اور جھوٹ ہمیں جھوٹ ہی نظر آوے۔ اور اس سے ہمیشہ ہمکو نفرت ہی حاصل رہے۔

الٰہی ہمیں ہر ایک چیز کی اصلیت اور حقیقت سے آگاہ کر دے۔ اور ہم کو ایسی حالت میں موت نصیب کر کہ ہم تیرے فرمانبردار مسلمان ہوں اور ہم کو اپنے خاص نیک بندوں کی جماعت میں شامل فرما۔ ظالموں بے انصافوں کی بدی کو ہم سے دور کر۔ اور اپنے صادق ایمانداروں کی دعاؤں میں ہمکو شریک کر۔ اپنی یاد کی غافلوں اور غفلت کی نیند میں سوئے والوں کی نیند سے ہمیں جگا دے۔ اور ہم کو اپنے پیارے برگزیدہ رسول کریم کی شفاعت سے بہرہ مند کر۔ اور اس حال میں کہ ہم تیری عطا کردہ سلامتی سے امن پانے والے ہوں۔ ہم کو بہشت میں داخل فرما اپنے خالص پرہیزگاروں کی جماعت میں قیامت کے دن اٹھا اور اے پناہ دینے والے آتش دوزخ سے ہم کو نجات دے۔

خداوندا۔ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی بخشش اور اپنا رحم نازل فرما۔

خداوندا۔ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی خاص مدد اور نصرت عنایت فرما۔

خداوندا۔ امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بندھے ہوئے کام کھولدے۔

خداوندا۔ امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو توصلاحیت عطا کر۔

اے! رضیت لکم الاسلام دیناً کی بشارت دینے والے! اسلام اور مسلمانوں کی اپنے برگزیدہ مامور و مرسل حَکم۔ امام سے مدد فرما۔

مولا کریم۔ تو اس شخص کی تائید فرما۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کی نصرت کرتا ہے۔ اور ہمیں بھی انہیں میں سے بنا دے ہاں اس شخص کو رسوا اور ذلیل کر جو تیرے پاک اسلام کی اہانت کرتا ہے۔ رب کریم ہمیں ان میں سے نہ بنانا۔

اے رب رحیم۔ مجھے اس خدمت دین میں سچا اخلاص عنایت فرما۔ اور میری ذریت کو اس سے کافی حصہ بخش۔

اے الٰہ العالمین! مجھے اور میرے ناظرین کو ہر قسم کے ابتلا سے بچا اور اپنے امام کے ساتھ زندہ رکھ۔ اسی کے قدموں میں ہماری موت اور حشر ہو۔

آمین

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار الحکم ... قادیان سے شائع ہوا۔

بسملؔ اور مختارؔ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بلند پایہ شعراء میں سے بسملؔ اور مختارؔ دو مشہور و معروف شاعر ہیں۔ جلسہ کے ایام میں جب حضرت مختارؔ مولانا بسملؔ کو ملنے کے لئے گئے تو مولانا نے ان کو زبانِ شعر سے مخاطب کیا۔ اس مجلس کی کیفیت مکرمی سید احتیاج علی صاحب شاہجہان پوری نے مع اس کلام کے بھیجی ہے۔ جسے میں انہی کے نوٹ کے ساتھ شائع کر دیتا ہوں۔ (ایڈیٹر)

مجھے اپنی اس خوش قسمتی پر ہمیشہ ناز رہے گا۔ کہ جس مجلس میں مخدومنا حضرت علامہ مولانا عبید اللہ صاحب بسملؔ مدظلہ العالی نے استاذی المعظم حضرت حافظ سید مختار احمد میاں صاحب مختارؔ شاہجہان پوری کو مخاطب کر کے مندرجہ ذیل نظم سنائی۔ تو حسنِ اتفاق سے میں بھی اس میں حاضر تھا۔ ایک یکتائے روزگار اور شہرۂ آفاق باکمال کا دوسرے کو اس کے کمال کی اس طریقہ سے داد دینا پہلا نظارہ تھا۔ جو مجھے اپنی زندگی میں حاصل ہوا۔

حضرت علامہ کا نفیس لب و لہجہ اور دل نشیں طرزِ ادا اور موقع موقع سے حضرت استاذی المعظم کی طرف دستِ مبارک کے اشارات اور آپ کا اس پر بار بار اظہارِ عجز و انکسار ایسی اثر اندوز اور سبق آموز باتیں تھیں جو مجھے کبھی فراموش نہیں ہو سکتیں۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے ان دونو بزرگوں کو صحت کے ساتھ مدت تک صحیح و سلامت رکھے۔

چونکہ حضرت علامہ مدظلہ کی نظم کے متعلق مجھ جیسے ہیچمدان کا لب کھولنا چھوٹا منہ بڑی بات کا مصداق بنتا ہے۔ اس لئے میں وہ نظم ہی پیش کئے دیتا ہوں۔

خادم خاکسار احتیاج علی شاہجہانپوری عفا اللہ عنہ

مرحبا للہ درک سیدی لا فض فوک
اے حُدی خواں ساربانِ کاروانِ اہلِ درد

حرف حرفِ نامہ ات ہیکل طرزِ عاشقی
فرد فردِ چامہ ات وردِ زبانِ اہلِ درد

اے صریرِ خامہ ات صورِ سرافیلِ نیاز
وے مدادِ نامہ ات درمانِ جانِ اہلِ درد

وجدِ شبلی مستیٔ منصور در ہر لفظِ تُست
بُوالعجب رنگیں نمودی داستانِ اہلِ درد

ایزدت از لطف و فضلِ خویشتن بخشیدہ است
بہرۂ وافر ز گنجِ شائگانِ اہلِ درد

حق ترا چوں نائبِ حسّان بن ثابت نمود
ہاں بزن تیغِ ہجا بر دشمنانِ اہلِ درد

احمدِ مختار از مختارِ احمدؐ شاد گشت
گشت چوں مختارِ احمد مدح خوانِ اہلِ درد

اے ادیبِ مغلق و منطیق و مصقع در سخن
لوذعی و یلمعی و ترجمانِ اہلِ درد

شد مُغوّق با تو اکنوں عہدۂ لبید
لو حسّ اللہ العزیز از عزو شانِ اہلِ درد

بسملؔ اے شوریدہ سر صحرا نوردِ بیخودی
ناتواں مشتِ غبارِ پیروانِ اہلِ درد

اسپ مے باید جہاندن از تلِ عجب و غرور
ورنہ دشوار است گشتن ہمعنانِ اہلِ درد

در اماں ماند ز تابِ آفتابِ روزِ حشر
ہر کہ می آید بزیرِ سائبانِ اہلِ درد

خریدارانِ "الحکم" سے چند ضروری باتیں اور بقایا دارانِ "الحکم" کی خدمت میں التماس

"الحکم" کو کئی قسم کے حضرات سے واسطہ پڑتا ہے۔ بعض حضرات تو سال بھر "الحکم" وصول کرتے رہتے ہیں۔ اور سال بھر کے بعد جب ان سے قیمت کا مطالبہ ہوتا ہے۔ تو ان کے غیظ و غضب کا جام چھلکنے لگتا ہے۔ اور مالکانِ "الحکم" کو نصیحت کرنے لگتے ہیں۔ کہ تم مرکزِ سلسلہ میں رہکر ایسے جرم کرتے ہو کہ بلا پوچھے اخبار بھیج دیتے ہو۔ اور پھر قیمت کا مطالبہ کرتے ہو۔ میں ایسے محترم حضرات سے یہ پوچھنے کی جرأت کرتا ہوں۔ کہ مالکانِ "الحکم" تو بیشک ایسی غلطی کے مرتکب ہونے کی وجہ سے قابلِ گرفت ہیں۔ مگر کیا آپ اپنے اس فعل کو قابلِ تعریف قرار دیں گے۔ کہ سال تک تو کبھی نہ خط لکھکر یہ مطلع کریں کہ ہم خریدار نہیں اور نہ اخبار ہی واپس کریں۔ بلکہ پورے بارہ ماہ تک اخبار مزے لیکر پڑھتے رہیں اور پھر سال ختم ہونے پر جب قیمت کا مطالبہ کیا جائے تو اس وقت آپ کو یہ معلوم ہو کہ مالکانِ "الحکم" کا یہ قصور ناقابلِ عفو ہے کہ انہوں نے بغیر اجازت اخبار جاری کر دیا۔

میں ایسے دوستوں کو آگاہ کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ ہم نے کبھی کسی دوست کے نام اخبار جبراً جاری نہیں کیا۔ اور اگر کوئی دوست یہ ثابت کر دیں کہ ان کی نارضامندی سے اخبار جاری کیا ہے۔ تو ہم ان سے اخبار کی قیمت وصول کرنے کے حقدار نہیں ہونگے۔ ہمارا طریق اس دورِ جدید میں یہ تھا۔ کہ جو پرانے خریدار تھے انکو ۱۹۳۴ء میں ہم نے اخبار بطورِ نمونہ روانہ کیا۔ اور جنہوں نے تین چار بار اخبار وصول کر لیا۔ اور کسی قسم کا اعتراض نہیں کیا۔ ان کا نام ازسرِنو خریداران کے رجسٹر میں درج کر لیا۔ اور جنہوں نے عذر کیا۔ ان کا نام فوراً رجسٹر خریداران سے کاٹ دیا۔

پس جو شخص سال بھر اخبار لیتا رہے۔ اور ایک دفعہ بھول کر بھی پرچہ واپس نہ کرے۔ اور نہ اطلاع دے۔ اسے اگر ہم خریدار تصور کریں تو ہم غلطی پر نہ ہونگے۔ تاہم میں اس اعلان کے ذریعے سب اپنے خریداران پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اب بھی اگر آپ میں سے کسی کو الحکم کی خریداری بوجہ معلوم ہو وہ ایک کارڈ...

ایک دوست نے لکھا ہے کہ روزانہ اخبار کی موجودگی میں ہفتہ وار اخبار کی کیا ضرورت ہے۔ میں اپنے اس دوست کی اس رائے سے اتفاق نہیں کر سکتا۔ اگر یہ اصول درست ہو تو دنیا کے تمام ہفتہ وار اخبار بند ہو جانے چاہییں۔

اخبار کسی قوم کی قوت ہوتا ہے جس قوم کے جتنے اخبار ہونگے اتنی ہی قوت زیادہ ہوگی۔ پس سلسلہ کی آواز کو زیادہ سے زیادہ مضبوط بناؤ۔ ایسے کمزور خیالات سے اخبار سلسلہ کے لئے نقصان رساں راستہ نہ تجویز کرو۔ سلسلہ کے وہ اخبار جو ہفتہ وار ہیں وہ الگ الگ موضوعات کو لیکر کام کر رہے ہیں۔ "الحکم" کا دائرہ عمل الگ ہے۔ "فاروق" کا الگ ہے۔ "نور" کا الگ۔ پھر ایسا سوال کیوں۔

بعض دوست لکھ دیتے ہیں۔ کہ ہمکو اخبار ملتا نہیں۔ انکی خدمت میں اسقدر عرض کرنا ضروری ہے۔ کہ اخبار کا دفتر اس امر کا ذمہ دار ہے۔ کہ وہ اپنے خریدار کو اخبار چھاپ کر چیٹ لگا کر ڈاکخانہ میں ڈال دے۔ اس کے بعد اگر اخبار نہ ملے تو زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتا ہے۔ کہ دوسرا پرچہ بھیجدے بشرطیکہ اسکی اطلاع مل جائے۔ اور اگر اسے سال تک اطلاع نہ دی جائے اور سال کے بعد اس ناراضگی کا اظہار کیا جائے۔ کہ اخبار ملتا نہیں رہا۔ تو اس کا تدارک کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے جس دوست کو کوئی پرچہ نہ ملے وہ فوراً اسی ہفتہ اطلاع دے۔ ورنہ دفتر اس شکایت کو جائز نہیں سمجھیگا۔ جو کئی ماہ کے بعد یا سال کے بعد کی جائیگی۔ چونکہ اس قسم کی شکایات اور بھی اصحاب کو پیدا ہو جاتی ہیں۔ اسلئے میں نے ان کا جواب اخبار کے کالموں میں دیدینا پسند کیا ہے۔ اخیر میں میں ان احباب کی خدمت میں جنہوں نے ۱۹۳۴ء یا ۱۹۳۵ء کا بقایا ادا کرنا ہے۔ عرض کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ ان کی خدمت میں بقائے طلب کرنے کے لئے وی پی کئے جا رہے ہیں۔ اور میں ان کا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں کہ وہ اب ان سالوں کے گزر جانے کے بعد وی پی وصول کریں۔ ایسے احباب کو اس اطلاع کے سوا جو بذریعہ اخبار دے رہا ہوں کوئی مزید اطلاع نہیں دی جائیگی۔ اور نہ اس کے بعد انکی کوئی شکایت جائز ہوگی۔

(مینجر الحکم)

سیرت المہدی کا ایک ورق

بقیہ روایات جناب شیخ نور احمد صاحب مختار عام

حضور کی مہمان نوازی

ایک دفعہ یہ غلام اور منشی اللہ دتا جو میرا تایا زاد بھائی تھا۔ بٹالہ سے آئے۔ گرمیوں کا موسم تھا۔ دھوپ بہت تیز تھی۔ ایک بجے کا وقت تھا۔ بھوک نے تنگ کیا ہوا تھا۔ ابھی ہم قادیان سے دو تین میل دور تھے۔ میں نے اپنے بھائی سے کہا۔ کہ مجھ کو بھوک تنگ کر رہی ہے۔ کیا کیا جائے۔ تو اس نے کہا کہ جلد جلد چلو قادیان میں چلکر تم کو کھانا کھلائیں گے۔ میں نے کہا کہ کہاں سے۔ تو اس نے کہا نبی بخش علی بخش عطار کے ہاں سے۔ کیونکہ میرا بھائی حکیم تھا۔ اور ان عطاروں سے اس کا تعلق تھا۔ جب ہم قادیان پہنچ گئے۔ اور بھوک نے بھی تنگ تو میں اس کو سیدھا گول کمرے میں جو انہی دنوں بنا تھا۔ لے گیا۔ اور دروازے پر دستک دی غالباً امیری نائین اندر سے آئی۔ میں نے کہا۔ کہ اگرچہ رمضان شریف ہے۔ مگر مرزا صاحب کی خدمت میں عرض کرو۔ کہ نور احمد کھارے والا آیا ہے۔ اور اس کے ساتھ اس کا بھائی ہے۔ اور وہ کھانا طلب کرتا ہے۔ (اس سال رمضان جون میں آیا تھا) جب خادمہ نے اندر جاکر عرض کی۔ تو حضور نے فرمایا۔ کہ جلدی ان کو کھانا کھلایا جائے۔ بوجہ رمضان شریف کھانا تیار نہ تھا۔ مگر جلدی سے گرم روٹیاں اور بھیلی قند سیاہ کی اور کچھ اچار لیکر آئی۔ اور مجھے کہا۔ کہ اس وقت اور کچھ تیار نہیں تھا۔ اور یہ بھی بیوی صاحبہ نے خود پکاکر بھیجا ہے۔ حضرت ام المومنین کی شادی پر ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا۔ جب ہم کھانا کھا چکے تو حضور تشریف لائے۔ اور دریافت فرمانے لگے۔ کہ اچھی طرح سیر ہو کر کھانا کھا لیا۔

میری بیعت

۱۸۸۹ء یا ۱۸۹۰ء کی بات ہے۔ موسم سرما تھا۔ بارش ہو رہی تھی۔ میں نے اپنی والدہ سے عرض کی۔ کہ میں نے حضرت میرزا صاحب کی بیعت کرنی ہے۔ کچھ مصری وغیرہ کے لئے چاہیئے۔ میری والدہ مرحومہ نے ایک چونی مجھے دی۔ اور فرمایا۔ کہ کیا کریں ہاتھ میں کچھ نہیں ورنہ مصری کے ہمراہ کم از کم ایک روپیہ چاہیئے تھا۔ میں وہ چونی لے کر قادیان آیا۔ اور چار آنے کی مصری خریدی حضور گول کمرے کے پیچھے شمالی جانب کے برآمدے میں تشریف فرما تھے۔ اور چند اصحاب بھی موجود تھے۔ جیسے حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اول رض۔ حکیم فضل دین صاحب۔ مولانا عبدالکریم صاحب۔ حافظ حامد علی صاحب چار پانچ اور دوست بھی تھے۔ میں نے حافظ حامد علی صاحب کی معرفت درخواست بیعت پیش کی۔ حضور نے فرمایا۔ اچھا بہت بہتر۔ پھر حضور نے بیعت قبول فرمائی۔ اور دعا کی۔ میں نے مصری پیش کی۔ تو حافظ حامد علی صاحب کو فرمایا۔ میاں حامد علی۔ میاں نور احمد چاہ سے مصری لائے ہیں۔ اس سے چاء بنواؤ۔ اور اس میں ڈالدو۔

اس زمانے میں میں اکثر یہاں رہتا اور نماز تہجد بھی پڑھا کرتا تھا۔ ایک دفعہ جبکہ میں یہاں سویا ہوا تھا۔ رات کو میری آنکھ کھل گئی۔ میں مسجد مبارک کی چھت پر گیا۔ تو دیکھا۔ کہ حضور ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ میں نے جگانا مناسب نہ جانا۔ مگر حضور خود ہی جاگ پڑے اور فرمایا کہ میاں نور احمد تہجد کا وقت ہو گیا؟

حضور کی چال دیکھنے میں نرم تھی۔ مگر دوست دوڑ دوڑ کر ملا کرتے تھے۔ گفتگو میں نرمی اور ہنس ہنس کر گفتگو فرماتے۔ اخلاق کی یہ حالت تھی۔ گویا کہ ایک اخلاق کا دریا بہ رہا ہے۔

ایک دفعہ میں فجر کی نماز کے لئے اول وقت آیا تو میں نے دیکھا باغ کی جانب سے کوئی آرہا ہے۔ میں کھڑا ہو گیا۔ قریب آئے تو دیکھا کہ حضور علیہ السلام ہیں۔ آپ کے پاس اس وقت ایک قرآن شریف اور ایک دو کتابیں اور کچھ کاغذ اور قلم دوات .. تھی۔ حضور خاموشی سے گھر تشریف لے گئے۔ بعد میں آکر نماز باجماعت میں شریک ہو گئے۔

ابتدا میں مسجد مبارک تنگ تھی۔ حضور نے دوستوں کو جڑ کر کھڑے ہونے کے لئے فرمایا۔ میں اس دن حضور سے بائیں طرف کھڑا تھا۔ میرا بازو پکڑ کر فرمایا۔ ملکر کھڑے ہونا چاہیئے۔ تاکہ ایک کا اثر دوسرے پر پڑے۔

جب رمضان شریف میں سورج گرہن ہوا۔ تو حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اول رض۔ اور مولوی عبدالکریم صاحب رض ان کتابوں کا ذکر کر رہے تھے۔ جنمیں یہ پیشگوئی موجود تھی۔ حضور بھی موجود تھے۔ میں نے جرأت کی اور میں نے کہا۔ کہ حضور احوال الآخرت میں بھی لکھا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ وہ کتاب لاؤ۔ تب میں نے اپنے گاؤں سے وہ کتاب لاکر حضرت مولوی صاحب کو دے دی۔

ایک دفعہ حضرت حافظ نور احمد صاحب فیض اللہ چکوی نے عرض کی۔ کہ حضور میں اپنے گاؤں میں اکیلا احمدی ہوں۔ اور لوگ میری مخالفت کرتے ہیں۔ حضور نے فرمایا:۔ کہ مومن کے ساتھ خدا ہوتا ہے مومن اکیلا کبھی نہیں رہتا۔ چنانچہ اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے قریباً سارا فیض اللہ چک احمدی ہے۔

۱۸۹۶ء یا ۱۸۹۷ء

۹۶ء یا ۹۷ء کی بات ہے۔ کہ میں نے بڑے بازار میں پرچون کی دوکان نکالی ہوئی تھی۔ اور میاں نجم الدین صاحب مرحوم میری دوکان سے گھی لے جایا کرتے تھے۔ گھی کبھی عمدہ ہوتا تھا۔ ایک دن جبکہ میری دوکان کے سامنے چاول چار پانچ بوری پڑے ہوئے تھے۔ اتفاقاً اُسدن حضور براستہ بازار سیر کو تشریف لے جانے لگے احباب ساتھ تھے۔ حضور میری دوکان دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور چند منٹ ٹھیر کر فرمایا۔ یہ دوکان آپ کی ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ پھر السلام علیکم کہکر تشریف لے گئے۔ انہی دنوں مجھے بلاکر حضور نے فرمایا۔ کہ آپ کی دوکان کا گھی عمدہ ہے۔ ہمارے ہاں گھی بھیجدیا کرو۔ تب جسقدر عمدہ گھی مجھے ملتا میں حضور کے ہاں بھیجدیا کرتا۔ کبھی حضور دروازے پر تشریف لاکر دریافت فرماتے کتنے روپے کا گھی ہے۔ میں جب قیمت عرض کرتا تو جیب سے نکال کر ادا فرماتے۔ اور کبھی فرماتے۔ کہ اس وقت قیمت نہیں دو تین دن تک قیمت ادا کردی جائیگی۔ نرخ اور وزن نہیں دریافت فرماتے تھے۔ اور وعدہ پر رقم ادا فرمایا کرتے تھے۔

ایک سکھ سے حسن سلوک

جب عبداللہ آتھم سے امرتسر میں حضور کا مباحثہ ہوا۔ اور وہاں ہی عیدگاہ میں مولوی عبدالحق سے مباہلہ ہوا۔ اس وقت لوگوں کا بہت سا ہجوم جمع ہو گیا تھا۔ چند احمدی احباب حضور کے ہمراہ تھے۔

جانب غرب مولوی عبدالحق کھڑا تھا۔ اور جانب شمال حضرت اقدس کھڑے تھے۔ پہلے مولوی عبدالحق نے دعا کی۔ پھر حضرت اقدس نے دعا کی۔ حضور کے الفاظ میں تضرع اور زاری تھی۔ سب لوگ آپ کے ساتھ رب العزت کے حضور رو رہے تھے۔ مباہلہ کے بعد حضور جائے رہائش پر واپس تشریف لے آئے۔ جو سید محمود شاہ کے مکان پر تھی۔ اس روز یا اس سے ایک دن آگے یا پیچھے ایک سکھ موضع لعل کا وہاں حضور سے ملنے کے لئے آگیا اور کہا میں مرزا صاحب کو ملنا چاہتا ہوں۔ آپ اس وقت بالاخانے پر تشریف فرما تھے۔ ہم لوگوں نے اسے کہا کہ وہ اس وقت آرام فرما رہے ہیں۔ تم پھر آنا حضور نے اس کی آواز سن لی اور اوپر کے دروازے میں آکر فرمایا کہ سنت سنگھ ادھر آؤ۔ چنانچہ وہ سکھ اوپر دروازے کی طرف چلا گیا۔ حضور نے بڑی مہربانی سے اسے پوچھا کہ تم کدھر سے آئے ہو اور کیا کام ہے۔ اور کھانے کا بتاؤ۔ غرضیکہ بہت خاطر تواضع کی اور بڑی مہربانی سے اسے رخصت کیا۔

(بقیہ صفحہ ۵)

مسواکیں کاٹ کر لایا کہ۔ دوسرے میں مسواکیں کاٹ لایا جو انگلی کے برابر موٹی تھیں۔ اس وقت حضرت ام المومنین بھی حضور کے پاس تھیں۔ تو حضور نے مزاح کے طور پر فرمایا میاں غلام حسین بہت باریک مسواکیں لائے ہیں۔ تو میں نے کہا۔ کہ اگر حضور فرمائیں تو موٹی لے آتا ہوں۔ اور یہ کہکر جانے لگا تو میں نے دیکھا کہ حضور مسکرا رہے ہیں تب مجھے معلوم ہوا۔ کہ حضور نے میری غلطی مجھپر ظاہر کر کے مجھے شرمندہ نہیں کیا۔ بلکہ اس رنگ میں مزاحاً اس کا ذکر فرما رہے ہیں۔ الغرض میں نے کبھی نہ دیکھا کہ حضور ہماری غلطیوں پر ناراض ہوتے ہوں جس طرح عام طور پر بڑے لوگ ہو جاتے ہیں۔ میں نے انکو ہمیشہ عفو۔ کرم۔ اور حلم کا پتلا اور مجسمہ اخلاق پایا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقولے

حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی زبان سے

گزشتہ سے پیوستہ

شرطِ عشق

۱۴۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ شعر عام طور پر پڑھا کرتے ؎

گر نہ باشد بدوست راہ بُردن
شرطِ عشق است در طلب مردن

اگر آدمی کو دوست تک پہنچنے کا راستہ نہ ملے تب بھی عاشق صادق کا کام یہ ہے ۔ کہ اس راستہ کی تلاش میں لگا رہے ۔ اور اسی کی طلب میں جان دیدے ۔ جب تک کہ انسان اپنی جان تک دینے کے واسطے طیار نہیں ہو جاتا وہ سچا عاشق اور طالب صادق نہیں کہلا سکتا ۔ انسان کا کام ہے کہ وفاداری اختیار کرے ۔ مقصد حاصل ہو یا نہ ہو ۔ اس کی پرواہ نہ کرے ۔ اپنی طرف سے برابر طلب میں لگا رہے ۔

ہر حالت میں گزر ہو جاتی ہے

۱۵۔ "شب تنور گزشت و شب سمور گزشت"

سردیوں کی راتیں کسی نے تنور کے پاس بیٹھ کر اور آگ تاپ کر گزار دیں ۔ جیسا کہ غرباء کا حال ہوتا ہے ۔ اور کسی نے پوستین اور سمور پہنکر اپنے آپ کو گرم رکھا ۔ دونوں کی رات گزر ہی جاتی ہے ۔ اور وقت نکل جاتا ہے ۔

یہ کلمات حضور علیہ السلام اس وقت فرمایا کرتے تھے جبکہ آپ دنیا کی بے ثباتی اور دنیا کی اشیاء اور اموال میں کم تعلق رکھنے کی طرف توجہ دلاتے ۔ اور تاکید فرماتے تھے ۔ کہ دنیا کی زندگی تو جس طرح بھی ہو گزر جائے گی ۔ عاقبت کی فکر کرنی چاہیئے ۔ جو ہمیشہ کے لئے ہے ۔

خدا داری

۱۶۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے

"خدا داری چہ غم داری"

یعنی خدا ہے تو پھر غم کس بات کا ۔ ہر ایک چیز اللہ تعالیٰ کے ماتحت اور اس کے قبضۂ قدرت میں ہے ۔ وہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے ۔ اور جس سے چاہتا ہے لے لیتا ہے ۔ اس کے دئے ہوئے کو کوئی چھین نہیں سکتا ۔ اور اس کے نہ دینے پر کوئی دے نہیں سکتا ۔ جب انسان خدا کا ہو جائے تو پھر وہ تمام غموں سے آزاد ہو جاتا ہے ۔

دُعا سے کرامت

۱۷۔ فرمایا کرتے "سب کرامتوں کی اصل جڑ دُعا ہے ۔" دعا ہی کے ذریعہ خارق عادت کام ہوتے ہیں ۔ اور دعا ہی کے ذریعہ نشانات اور معجزات ظاہر ہوتے ہیں ۔

فرماتے ایک دفعہ مجھے خیال آیا کہ بخل تو جائز نہیں انسان کو نہیں چاہیئے ۔ کہ کسی بات پر بخل کرے ۔ لیکن اگر بالفرض بخل جائز ہوتا ۔ تو میں کس چیز پر بخل کرتا ۔ تب میں نے بہت غور کیا ۔ دنیا کی کوئی شے مجھے ایسی محبوب نہ معلوم ہوئی ۔ جس پر بخل کرنا میں روا رکھتا ۔ نہ کوئی مال نہ کوئی دولت اور نہ کوئی نسخہ ۔ لیکن میں نے سوچا کہ دُعا ایک ایسی نعمت ہے اور اس کے برکات اور فیوض اور اس کی طاقت ایسی اعلیٰ ہے ۔ اور یہ ایک ایسا قیمتی نسخہ ہے کہ اگر بخل جائز ہوتا ۔ تو میں اس بات کے بتلانے میں بخل کرتا ۔ کہ دعا کے ذریعہ ہر ایک مشکل حل ہو جاتی ہے ۔ اور ہر ایک نعمت اور برکت حاصل ہو سکتی ہے ۔

عاقبت اندیشی

۱۸۔ فرماتے ۔ ع "مرد آخر بین مبارک بندہ ایست"

جو مرد عاقبت اندیشی کرتا ہے ۔ وہ آئندہ کے واسطے توشہ جمع کرتا ہے ۔ صرف موجودہ حالت پر نگاہ نہیں رکھتا ۔ بلکہ آئندہ کی ضرورتوں کو سوچتا ہے ۔ وہ مبارک انسان ہے ۔ اللہ تعالیٰ اسے برکت دے گا ۔ اور وہ دنیا کے آرام اور اموال کی نسبت بہت زیادہ راحت اور رحمت حاصل کرے گا ۔

استقامت

۱۹۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ فقرہ بھی اکثر استعمال فرماتے ۔ کہ

"الاستقامة فوق الکرامة"

استقامت کرامت سے بڑھ کر ہے ۔ استقامت یہ ہے ۔ کہ جب انسان ایک نیکی کو اختیار کرے ۔ تو پھر اس پر قائم رہے ۔ کسی نقصان کا خوف یا کسی کی مخالفت کا ڈر اسے اس نیکی کے کرنے اور جاری رکھنے سے روک نہ سکے

مخفی حالت

۲۰۔ "خبثِ نفس نگردد بسالہا معلوم"

یہ کلمہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے موقعہ پر فرمایا کرتے جب کسی ایسے منافق یا کمزور کا ذکر ہوتا جس کا عیب اور مخفی عادتیں سالہا تک ظاہر نہ ہوں ۔ مگر بالآخر وہ نمودار ہو جائیں ۔ پبلک اس اصلی رنگ سے اس کی منافقت کی وجہ سے بے خبر رہے ۔ مگر اس کے نفس کا خبث بالآخر اپنا آپ دکھائے ۔

درد چاہیئے

۲۱۔ فرمایا کرتے "اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست" اے خواجہ طبیب تو اب بھی موجود ہے ۔

مگر اصل بات یہ ہے کہ کسی میں اتنا درد نہیں کہ وہ طبیب کی طبابت سے فائدہ اٹھا سکے ۔ جب انسان میں صدق اور اخلاص ہو تو اس کے واسطے روحانیت میں ترقی کرنے کا ہمیشہ موقعہ موجود ہوتا ہے ۔ لوگ اپنی اندرونی کمزوری ایمان کے سبب محروم رہ جاتے ہیں ۔ ورنہ خدا رسیدگی کا دروازہ ہمیشہ کھلا ہے ۔ کوئی ایسا وقت نہیں ۔ کہ انسان اس سے فائدہ نہ اٹھا سکے ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ترقی اور حصولِ مدارج کے سامان ہمیشہ موجود ہیں ۔ انسان کو چاہیئے ۔ کہ وہ غفلت میں نہ پڑے ۔ اور معرفت اور یقین کے ساتھ آگے بڑھے

خاکساری

۲۲۔ فرمایا کرتے تھے :۔

"خاک شو پیش ازاں کہ خاک شوی"

خاک ہونے سے پہلے خاک ہو جا ۔ آخر انسان نے مر کر مٹی میں مل جانا ہے ۔ چاہیئے ۔ کہ زندگی میں ہی انسان خاکساری اختیار کرے ۔ عاجزی اور انکساری کے ساتھ زندگی بسر کرے ۔ تکبر اور رعونت اور بڑائی ترک کر دے ۔

کلید ترقیات

۲۳۔ فرمایا کرتے :۔ "استغفار کلید ترقیات روحانی ہے ۔" اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنا ۔ اور اس سے پردہ پوشی چاہنا روحانیات میں ترقی کرنے کی چابی ہے غفر کے معنے ہیں ڈھانک دینا جب انسان خدا تعالیٰ کی طرف جھکتا ہے ۔ تو اللہ تعالیٰ ایسے اسباب پیدا کرتا ہے کہ انسان کے سب گناہ چھپ جاتے ہیں ۔ اور ان کے عواقب سے وہ محفوظ ہو جاتا ہے ۔ عموماً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام استغفار کے واسطے یہ کلمہ سکھاتے :۔ "استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ ۔" یعنی میں اللہ تعالیٰ سے پردہ پوشی چاہتا ہوں جو میرا رب ہے ۔ کہ تمام گناہوں سے میں بچ جاؤں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں ۔ یہ بھی فرمایا کرتے تھے ۔ کہ انسان اپنی زبان میں خدا تعالیٰ سے گناہوں کی معافی چاہے ۔ کہ اس کے گناہ بخشے جائیں ۔ اور مٹائے جائیں ۔ اور ان کے نتیجہ عذاب سے اسے بچایا جائے ۔ واللہ غفور الرحیم ۔

دُعا

بالآخر میں دعا کرتا ہوں ۔ کہ ہم سب کو جو اس جلسہ میں شامل ہیں اور وہ جن کے دل میں شمولیت جلسہ کی تڑپ ہے مگر کسی مجبوری ۔ بیماری ۔ یا دوری کے سبب سے شامل نہیں ہو سکے اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقوال و احکام پر عمل کر کے اپنی رضا مندیوں کے حصول کی توفیق دے ۔ جلسہ کی برکات اور رحمتوں سے مالا مال کر دے ۔ اللہ کریم اپنے رحم سے ہماری پردہ پوشی فرمائے ۔ ہمارے گناہ بخشے اور ہر شر اور دکھ اور فساد سے بچائے ۔ آمین ثم آمین ۔ ساتھ ہی یہ گزارش ہے ۔ کہ احباب عاجز کی صحت اور خاتمہ بالخیر کے واسطے دعا کرتے رہیں ۔ اور احباب مجھے اپنے مقاصد سے مطلع کرتے رہیں ۔ تو میں انشاء اللہ ان کے واسطے دعا کرتا رہوں گا ۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم ۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ملک غلام حسین صاحب رہتاسی کی روایات

مکرمی ملک غلام حسین صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خادموں میں سے ہیں۔ ایک عرصہ تک وہ لنگر میں مہمانوں کے لئے کھانا پکانے کی خدمت پر مقرر رہے۔ انکی روایات کا رنگ بالکل جداگانہ ہے۔ انکی روایات سے حضور کی مہمان نوازی اور خادموں سے حسن سلوک کے موضوع پر بڑی روشنی پڑتی ہے۔ ملک غلام حسین صاحب اب بہت بڈھے ہو چکے ہیں۔ اور اس بڑھاپے میں ان کو متعدد صدمے اپنی اولاد اور خاندان کے دیگر افراد کے متعلق دیکھنے پڑے۔ مگر انہوں نے ان مصائب میں رضاء بالقضاء کا پورا نمونہ دکھایا۔ اور یہ سبق بھی انکو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت ہی سے حاصل ہوا۔ میں احباب سے ملک صاحب کی صحت اور درازی عمر کے لئے درخواست دعا کرتا ہوں۔

(ایڈیٹر)

حضور کی مہمان نوازی کی ایک بات

(۱)

خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم جب ابتداء میں حضرت کے حضور... آئے تو حضور نے مجھے حکم دیا کہ تم روزانہ دو سیر دودھ تازہ دھوا کر لایا کرو۔ اور خواجہ صاحب کو دیدیا کرو۔ مصری اندر سے لیکر ان کے پاس رکھ دیا کرو۔ خواجہ صاحب قریباً چھ ماہ تک یہاں ٹھیرے۔ مگر اس معمول مہمان نوازی میں ایک ذرہ بھر بھی فرق نہ آیا۔

ایک دشمن سے حسن سلوک

(۲)

مری کی طرف سے ایک مولوی آیا۔ ماہ جون کا مہینہ تھا۔ ظہر کی نماز پڑھ کر حضور بیٹھے ہی تھے۔ خدام کا حلقہ تھا کہ وہ مولوی آیا۔ حضور نے دیکھ کر فرمایا۔ آیئے تشریف لایئے وہ بیٹھتے ہی حضور کو گالیاں دینے لگا۔ کہ تم نے دین کو بگاڑ دیا۔ حضور نے مسکرا کر فرمایا۔ آپ تشریف رکھیں آپ کے تمام سوالات کا جواب دیا جائیگا۔

مجھے ارشاد فرمایا:۔ اندر سے دودھ اور برف کیوڑہ ڈلوا کر لاؤ۔ مولوی صاحب گرمی سے آئے ہیں۔ شاید ان کو پیاس لگی ہو۔ میں اندر سے دودھ اور برف کیوڑہ ڈلوا کر لے آیا۔ اور مولوی صاحب کو دیا۔ مگر اس نے لیکر پینے سے انکار کر دیا۔ حضرت نے فرمایا:۔ آپ پی لیں۔ مگر اس نے نہ پیا۔ اور برابر گالیاں دیتا رہا۔ ایک نومسلم جو عیسائی سے مسلمان ہوا تھا۔ وہ گالیاں سن سن کر غصہ میں بھر گیا۔ اس نے اس مولوی کو ایک تھپڑ مار دیا۔ جس سے وہ مولوی ناراض ہو کر مجلس سے چلا گیا۔ حضرت اقدس نومسلم پر بہت ناراض ہوئے کہ تم نے اس کو کیوں مارا۔ وہ گالیاں تو ہمکو دیتا تھا۔ حضور نے اس شخص سے کہا۔ کہ جاؤ اور اسے ابھی واپس بلا کر لاؤ وہ گیا۔ اور اس نے کوشش کی کہ وہ شخص واپس آجائے۔ مگر وہ نہ مانا۔

بعد میں حضرت اقدس بھی اڈے خانے تک تشریف لے گئے۔ اور اسے واپس لانا چاہا۔ مگر وہ مولوی واپس نہ آیا۔

حضور کے اخلاق کی ایک بات

(۳)

حضور ہم کو بعض اوقات کوئی ادنیٰ سی خدمت سپرد فرما دیتے۔ اور اس خدمت کے سلسلے میں ہم کو دو۔ دو۔ تین تین دفعہ حضور کو بلانا پڑتا۔ تو حضور کبھی اس پر اظہار ملال نہ فرماتے اور نہ غصے ہوتے۔

آپ کو حضرت ام المومنین کی ہمیشہ خاطر ملحوظ تھی

(۴)

ابتدائی ایام میں چونکہ آپ کے خاندان کے لوگ آپ سے سخت ناراض تھے۔ عورتوں میں اس کا اثر بہت زیادہ تھا اسی اثر کے ماتحت ایک واقعہ یہ ہوا کہ حضرت ام المومنین ایک دفعہ بعض عورتوں کے ساتھ مرزا سلطان احمد صاحب کے مکان والے کوئیں پر گئیں۔ اور مستورات بھی ساتھ تھیں۔ وہاں ان مستورات کی وجہ سے جو کچھ شور سا ہوا۔ کسی عورت نے جو حضرت کے خاندان سے ہی تھی۔ بطور طنز کے کہدیا کہ اپنے گھر میں کوآں کیوں نہیں نکلوا لیتی حضرت ام المومنین وہاں سے واپس آگئیں۔ مگر افسردہ خاطر ہوئیں۔ جب حضرت باہر سے تشریف لائے اس وقت حضرت ام المومنین کو افسردہ خاطر پا کر وجہ دریافت کی۔ انہوں نے بہت اصرار سے یہ واقعہ سنایا۔ حضور نے اسی وقت مجھے بلوا کر حکم دیا کہ مرزا اسماعیل کو بلا لاؤ۔ میں گیا اور بلا لایا۔ آپ نے انکو حکم دیا کہ اسی وقت کوئیں کے پاٹ کا انتظام کرو۔ چھتہ گاؤں سے راج بلائے گئے۔ اور بٹالہ سے اینٹیں منگوائیں۔ اور دس بارہ دن میں کنوآں بنوا دیا۔

اپنے باغ کے پھل سے مہمانوں کی تواضع

(۵)

حضور روزانہ سیر کو جاتے تھے۔ حضرت مولوی صاحب کو میں اطلاع دیا کرتا تھا۔ اور جو کوئی مہمان ہوتا اسے بھی بتلا دیتا جب آپ باغ کی طرف تشریف لے جاتے۔ اور شہتوتوں کا موسم ہوتا تو ٹوکرے بھروا کر شہتوت رکھ لیتے اور مہمانوں کو شہتوت کھلواتے۔ اور فرماتے یہ ہمارے ملک کا میوہ ہے۔ اور پھر ہمارے اپنے باغ کا ہے۔ مہمانوں کے ساتھ آپ بھی کھاتے جاتے۔ مگر اکثر دینی باتیں کرتے جاتے تھے۔

مہمانوں کیلئے رومال

(۶)

اس وقت سواری کا اچھا انتظام نہ تھا بہت سے احباب پیدل سفر کر کے بٹالے سے سوار ہوتے۔ راستے میں بھوک لگتی۔ اس لیئے آپکا انتظام یہ تھا۔ کہ آپ انکو سفر کے لئے کھانا ساتھ کروا دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا۔ کہ ہر مہمان کے پاس کھانا لے جانے کے لئے رومال نہیں ہوتا۔ تم جا کر ایک کورا تھان لے آؤ۔ میں جا کر خرید لایا۔ حضور نے اس کے بائیس چورس رومال بنوائے۔ جب کوئی مہمان جانے لگتا حضور مجھے رومال دیتے۔ میں اس میں روٹی باندھ کر دیدیا کرتا۔ اور جب وہ تھان ختم ہو جاتا۔ تو پھر جدید تھان خرید لیا جاتا تھا

رضاء بالقضاء کا سبق

(۷)

میں ابھی نیا نیا قادیان میں آیا تھا۔ میرا ایک چھوٹا لڑکا فوت ہو گیا۔ میری بیوی نے بہت جزع فزع کیا جب بہت شور ہوا۔ تو حضور نے اوپر سے فرمایا۔ کہ یہ کیا شور ہے حضرت ام المومنین نے فرمایا کہ غلام حسین کا لڑکا فوت ہو گیا ہے۔ اس کے لئے اس کی بیوی روتی ہے۔ حضور نے فرمایا اسے رونے سے منع کرو۔ اس طرح رونے سے گناہ ہوتا ہے۔ حضرت ام المومنین نے فرمایا۔ کہ اسے بہت صدمہ ہوا ہے۔ چپ نہیں کرتی۔ تب آپ نے فرمایا اسے میرے پاس بھیجدو۔ حضرت ام المومنین اسے اپنے ساتھ لیکر حضور کے پاس گئیں۔ حضرت نے اسے تسلی دینے کے لئے فرمایا۔ کہ دیکھو اللہ تعالیٰ کی وہ امانت تھی جو اس نے لے لی۔ تم صبر کرو۔ اور دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ نعم البدل عطا فرمائے۔ اور پھر ایک کہانی بیان فرمائی۔ فرمایا:۔

ایک سوداگر تھا۔ وہ باہر گیا ہوا تھا۔ جب اسے گھر آنا تھا۔ تو اس نے پہلے خبر بھیجدی۔ جس دن اس نے پہنچنا تھا۔ اس دن اس کا لڑکا فوت ہو گیا۔ اس کی بیوی نے اسے نہلا کر اور کفن پہنا کر اندر رکھ دیا۔ اور خود اچھے کپڑے پہنے اور خوشبو لگائی۔ جب اس کا خاوند آیا۔ تو اس نے اسے کھانا وغیرہ کھلایا اور جب آرام سے بیٹھ گیا۔ تو اس کی بیوی نے کہا کہ اگر کسی کی کوئی امانت ہو اور وہ بیچ امانت کو مانگ لے تو اس پر ناراض تو نہیں ہونا چاہیئے۔ سوداگر نے کہا کہ جو امانت دینے میں ناراض ہو وہ بڑا بے دین ہوگا۔ تب اس نے کہا کہ پھر تیرا لڑکا جو خدا کی امانت تھا وہ فوت ہو گیا ہے یہ سن کر سوداگر کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ مگر وہ بیوی پر بہت خوش ہوا۔

حضور نے فرمایا:۔ کہ ایسا صبر کرنا چاہیئے۔ اس سے میری بیوی کو کچھ تسکین ہو گئی۔

جب میرے لڑکے کو کفن وغیرہ دیا گیا۔ تو حضور خود ساتھ ہوئے۔ حضور کے ساتھ مہمان بھی تھے۔ بڑھ کے درخت کے نیچے جنازہ پڑھا۔ جنازہ کے بعد بھی حضور نے ولنبلونکم بشیٍ الآیۃ پڑھ کر مجھکو نصیحت کی اور تسلی دی

مولوی عبد الکریم صاحب کی آمد

(۸)

جب مولوی عبد الکریم صاحب تشریف لائے تو مجھے فرمایا کہ مولوی صاحب کے لئے روزانہ صبح پلاؤ پکا کر دیا کرو اور یہ ٹھنڈے پانی کے بڑے شائق ہیں اسلئے بڑی مسجد سے پانی لا کر دیا کرو۔ میں عرصہ تک حضور کے اس حکم کی تعمیل کرتا رہا۔

کتوں پر رحم

(۹)

عید الضحیٰ کے موقعہ پر ایک دفعہ بارہ سیر گوشت بچ رہا۔ حضرت ام المومنین نے حکم دیا کہ اسے باورچی خانے میں رکھ دو۔ تاکہ خراب نہ ہو۔ غلطی سے کتے اندر داخل ہو گئے اور دروازہ بند ہو گیا۔ انہوں نے گوشت کھا لیا۔ کچھ لڑکوں نے ڈنڈے لیکر ان کو مارنا شروع کیا۔ ان کا شور سنکر حضور نے فرمایا یہ شور کیسا ہے۔ حضرت ام المومنین نے فرمایا۔ کہ کتے گوشت کھا گئے ہیں سو لڑکے انکو مار رہے ہیں۔ فرمایا ان کو مت مارو۔ کیا آپ ان کو گوشت دیتے تھے۔ خدا سب کا رب العالمین ہے۔

پاک مزاح

(۱۰)

ایک دفعہ حضرت نے مجھے فرمایا۔ میاں غلام حسین

(باقی صفحہ ۔۔۔)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ

حضرت سید ناصر شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نہایت رنج کے ساتھ لکھا جاتا ہے کہ صحابہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعداد بہت سرعت سے کم ہو رہی ہے چنانچہ جلسے سے قبل حضرت شیخ غلام احمد واعظ۔ اور شیخ عبدالرحمٰن صاحب مسکین اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔ اور جلسہ کے معاً بعد حضرت سید ناصر شاہ صاحب کا وجود ہم سے جدا ہو گیا۔

سید ناصر شاہ صاحب اپنی ذات میں بہت سی خوبیاں رکھتے تھے۔ اور پرانے صحابہ میں سے ایک تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان سے بڑی محبت فرماتے تھے۔ میں نے گذشتہ دسمبر میں شاہ صاحب مرحوم کو کئی مرتبہ کہا۔ کہ کچھ اپنے حالاتِ زندگی لکھوا دیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرتِ طیبہ کے متعلق اگر کچھ روایات یاد ہوں تو لکھوا دیں۔ میرے بار بار کے اصرار پر انہوں نے سیرت المہدیؑ کے متعلق تو کچھ روایات لکھوا دیں۔ اور اپنے متعلق کچھ نہ لکھوایا۔ اس سے بھی انکی خاکساریٔ طبیعت اور منکسر المزاجی کا پتہ چلتا ہے۔ کسے معلوم تھا کہ دسمبر ۱۹۳۵ء سے لیکر دسمبر ۱۹۳۵ء تک شاہ صاحب زندہ رہینگے۔ اور اس کے بعد وہ اپنے مولیٰ حقیقی سے جا ملیں گے میں آج حضرت سید ناصر شاہ صاحب کے حالاتِ زندگی ان روایات کی روشنی میں ہی لکھ کر قارئین الحکم کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

سیّد صاحب کی پہلی آمد

جب براہین احمدیہ حصہ چہارم طبع ہوئی یہ ۱۸۸۲ء یا ۱۸۸۳ء کی بات ہے۔ جب سید صاحب پہلی دفعہ قادیان میں آئے ان کی آمد کا اصلی باعث براہین احمدیہ حصہ چہارم ہوئی۔ سید صاحب نے اسے لاہور میں ایک صاحب کے پاس دیکھا۔ چنانچہ اسی وقت ان کو یہ تحریک ہوئی کہ وہ قادیان چلکر حضور کی صحبت سے فیضیاب ہوں۔ اپنے ساتھ اپنے ماموں منشی کرم الٰہی صاحب کو لیا۔ اس وقت قادیان آج کی قادیان نہ تھی۔ بٹالہ سے قادیان تک یکہ کا کرایہ ۱۲ رہوتا تھا یکہ لیکر قادیان پہنچے۔ گول کمرے کے سامنے یکہ کھڑا کیا حافظ حامد علی صاحب مرحوم اس وقت مہمانوں کی خدمت کے لئے مامور تھے۔ انہوں نے سید صاحب سے دریافت کیا کہ کہاں سے آئے ہو۔ بتلانے پر انہوں نے حضرت اقدس کی خدمت میں اطلاع کی۔ حضور فوراً باہر تشریف لے آئے مصافحہ کیا۔ بغلگیر ہوئے۔ پھر حافظ صاحب کو حکم دیا۔ کہ ان کو پہلے کھانا کھلاؤ۔ پھر یہ نماز پڑھیں۔ پھر بیٹھ کر باتیں کریں گے۔

چنانچہ کھانا لایا گیا۔ جو خمیری روٹی اور دال ماش پر مشتمل تھا۔ مسجد میں بیٹھ کر کھانا کھایا گیا۔ کھانے کے بعد اسی جگہ دونوں حضرات نے نماز پڑھی۔ پھر حضرت اقدس تشریف لائے اور وہیں باتیں ہونے لگیں۔

اس وقت سید ناصر شاہ صاحب مرحوم و مغفور کی جوانی کی ابتدا تھی۔ اور ڈاڑھی ابھی اُتر ہی رہی تھی۔

اس وقت جو گفتگو ہوئی اس میں سے ایک موضوع الہام بھی تھا۔ سید صاحب بتلاتے ہیں کہ میں اس وقت یہ نہیں جانتا تھا کہ الہام کسے کہتے ہیں۔

اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ معمول تھا کہ آپ ظہر۔ عصر کی نماز مسجد اقصیٰ میں ادا فرماتے تھے۔ اور باقی نمازیں مسجد مبارک میں۔ میاں جان محمد صاحب اس وقت امام الصلوٰۃ ہوتے تھے۔

صفائی کی یہ حالت تھی۔ کہ مسجد اقصیٰ کا راستہ سخت گندا تھا۔ گندگی راستہ میں پڑی رہتی تھی۔ تین یوم قیام کرکے سید صاحب واپس چلے گئے۔ اور وہاں سے کشمیر اپنی ملازمت پر چلے گئے۔

سید ناصر شاہ صاحب کے جانے کے بعد سید فضل شاہ صاحب قادیان تشریف لائے۔ سید فضل شاہ صاحب جب واپس جانے لگے۔ تو انہوں نے واپسی کی اجازت چاہی۔ اور دعا کی درخواست کی۔ اس پر حضور نے فرمایا:۔

"ہم آپ کے واسطے دعا کرینگے۔ بشرطیکہ آپ چھ ماہ ہمارے پاس ٹھیریں۔ اور اس امر کی تحریر لکھ دیں" جو انہوں نے بخوشی لکھ دی چھ ماہ میں ان کو حضرتؑ سے اس قدر عشق ہوا۔ کہ جب کبھی حضورؑ پوچھتے کہ آپ نے کب جانا ہے۔ تو وہ عرض کرتے کہ حضور اس کا نام نہ لیں۔

بیعت

رسالہ فتح اسلام کی اشاعت تک سید فضل شاہ صاحب حضرت اقدس کے ساتھ رہے۔

چنانچہ اس وقت انہوں نے ایک رسالہ اور چند اشتہار سید ناصر شاہ صاحب کو کشمیر روانہ کئے۔ ان اشتہارات اور رسالہ کو پڑھ کر سید صاحب کو ذرا بھی تردد نہ ہوا اور بیعت کا خط لکھ دیا۔

اور پھر ہر قسم کی خدمات میں حصہ لیتے رہے۔

شاہ صاحب کا مزاج بہت نرم تھا

ایک دفعہ شاہ صاحب کشمیر سے رخصت لے کر قادیان آئے۔ یہاں ان دنوں ایک ایرانی سیاح آیا ہوا تھا۔ یہ بیدین سا آدمی تھا۔ حضرت اقدس نے شاہ صاحب کو بلا کر فرمایا:۔

یہ شخص نمازوں میں نہیں آتا۔ اسکو صرف کھانے سے کام ہے۔ ہماری باتیں بھی نہیں سنتا۔ احمدؐ بازار میں بھی نہیں رہتا۔ بلکہ باہر پھرتا رہتا ہے۔ اسے کسی طرح یہاں سے رخصت کر دو۔ اور یہ بھی فرمایا۔ کہ دیکھنا نرمی سے جس طرح ہو سکے آج ہی رخصت کر دو۔

شاہ صاحب نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ مگر وہ لڑنے کے لئے تیار ہو گیا۔ تب شاہ صاحب نے آکر حضرت اقدس کی خدمت میں رپورٹ کی۔ آپ نے فرمایا:۔

آپ بڑے نرم مزاج واقع ہوئے ہیں۔ معلوم ہو گیا ہے۔ کہ آپ فضل شاہ کے بھائی ہیں۔

اچھا شیخ یعقوب علی صاحب کو بلاؤ۔

چنانچہ حضرت والد صاحب قبلہ حاضر ہوئے۔ تو فرمایا:۔

اس کو آج ہی رخصت کر دو۔

اس پر انہوں نے اسے رخصت کر دیا۔ اس کا بستر خود ہی باندھکر رکھ دیا۔ اور یکہ منگوا کر کہا چلو یکہ تیار ہے۔

اس واقعہ سے دو مختلف صحابیوں کی طبائع کی کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ میری غرض اس وقت تو اس قدر ظاہر کرنے کی ہے۔ کہ حضرت شاہ صاحب۔ اور ان کے بھائی کی طبیعت بالکل نرم واقعہ ہوئی تھی۔

شاہ صاحب کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عشق

شاہ صاحب ایک دفعہ تین ماہ کی رخصت لے کر قادیان آئے حضور کی محبت کی وجہ سے واپس جانے کو دل نہ چاہتا تھا۔ ایک دن موقع پاکر عرض کیا۔ کہ حضور میرا دل ملازمت پر جانے کو نہیں چاہتا۔ اگر اجازت دیں تو نوکری چھوڑ کر یہاں آجاؤں تو فرمایا:۔

نہیں نوکری چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ابھی آپ نوکری پر قائم رہیں۔

شاہ صاحب نے دو تین مرتبہ اپنے بھائی صاحب کی معرفت بھی اجازت چاہی۔ تب آپ نے فرمایا کہ:۔

آپ یہاں آکر کیا کریں گے۔ مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ کر اللہ اللہ کریں۔ اور نمازیں پڑھتے رہینگے۔ آپ کے بھائی ہیں۔ والدہ ہیں۔ بھاوجہ ہیں۔ ان کی خبر گیری کون کریگا۔

اس سے اس زمانے کی قادیان کا حال معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوئی کاروبار نہ تھا۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ صرف اللہ اللہ کرنا اور نمازیں پڑھتے رہنا۔ اور حقوق العباد کو بھول جانا کبھی اللہ کو مرغوب نہیں۔ ہاں حقوق العباد کی ادائیگی کے ساتھ عبادت اللہ کو پیاری ہے۔

میں دوکان کر لونگا

شاہ صاحب نے عرض کی کہ حضور میں آٹے دانے کی دوکان رکھونگا۔ اس پر فرمایا:۔

کہ دوکان سے زیادہ سے زیادہ پانچ سات روپے کما لوگے۔ پانچ سات روپے کس کس کو دوگے۔ بھائی کو دوگے۔ بیوی کو دوگے۔ والدہ کو دوگے۔ بھاوجہ کو دوگے پھر خدا کی راہ میں کیا خرچ کروگے سپاہی

تو دس روپے میں جان لڑائی میں دے دیتا ہے آپ تو افسر ہیں۔ معقول تنخواہ آپ کو ملتی ہے۔ جب خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ تو آپ خاطر خواہ حصہ لیتے ہیں۔ آپ ہمارا کہنا مانیں اور ملازمت پر چلے جائیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان ایام میں آٹے دال کی دوکان سے پانچ سات روپے سے زائد آمدنی نہ تھی۔ اور شاہ صاحب پر بہت سے اقرباء کا بوجھ تھا۔ اور پھر خدمت دین کے لئے بھی انکے روپے میں حصہ تھا۔

الٰہی تصرف

دوسرے دن ہی کشمیر سے تار آگیا۔ کہ آپ کی رخصت فسوخ کی جاتی ہے۔ حضور کے سامنے تار آیا۔ حضور نے خود تار کھلوایا۔ اور پڑھوایا۔ سنکر فرمایا۔

اسی وقت یکہ پر سوار ہو کر چلے جاؤ۔

چنانچہ شاہ صاحب واپس کشمیر چلے گئے۔ اور اس کے بعد کبھی ملازمت ترک نہ کی۔ حتیٰ کہ ڈویژنل آفیسر کے عہدے تک ترقی کر گئے۔ اور پنشن لیکر ملازمت سے الگ ہوئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تعلق

آپ کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اس قدر تعلق تھا۔ کہ جب ذرا کوئی تکلیف ہوتی یا کوئی ضرورت پیش آتی اسی وقت دُعا کے لئے لکھ دیتے اور آپ بھی پوری توجہ سے دعائیں فرماتے۔ اللہ تعالےٰ بھی ان دعاؤں کو سنتا اور قبول فرماتا۔

چنانچہ ایک دفعہ سید صاحب کی تبدیلی بارہ مولا سے گلگت کو ہوگئی۔ دسمبر کا ہفتہ تھا۔ سخت برف باری ہو رہی تھی۔ دور دراز کا سفر تھا۔ اس تبدیلی سے سید صاحب کو از حد پریشانی ہوئی۔ چنانچہ اپنے بھائی سید فضل شاہ صاحب سے جو ان دنوں ان کے پاس کشمیر گئے ہوئے تھے کہا کہ آپ سب بال بچوں کو لیکر لاہور چلے جائیں۔ مگر انہوں نے کہا کہ ہم تو اکٹھے ہی رہینگے۔ چنانچہ سب سفر پر روانہ ہوگئے مگر ساتھ ہی حضرت اقدس کی خدمت میں دُعا کے لئے لکھتے رہے۔ چنانچہ حضور کا مکتوب گرامی پہنچ گیا۔ کہ:۔

ہم سب کے لئے دُعا کر رہے ہیں اور اس موسم میں برف کے وقت اللہ تعالےٰ قادر ہے کہ آپ کی تبدیلی رُک جائے۔

یہ قافلہ بدستور آگے بڑھتا گیا۔ کشمیر سے آگے دو تین پڑاؤ جب بڑھا تو معلوم ہوا کہ تمام زمین اور پہاڑ برف سے ڈھکے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر طبیعت پر اور بھی اثر پڑا۔ اس وقت پھر حضرت اقدس کی خدمت میں دُعا کے لئے لکھا۔ اس سے اس ایمان کا پتہ چلتا ہے۔ جو آپ کے دل میں تھا۔ تبدیلی ہوچکی ہے۔ قافلہ گلگت کو جا رہا ہے کشمیر سے دو تین پڑاؤ نکل چکے ہیں۔ بظاہر کوئی امید تبدیلی کی منسوخی کی نہیں۔ لیکن ان کا ایمان ان کو تسلی دے رہا تھا چنانچہ اس حالت میں پھر خط لکھا۔ اس پر آپ نے فوراً جواب دیا کہ:۔

جس قدر طاقت تھی ہم نے اپنے زور کے ساتھ دعا کی ہے۔ کہ اس موسم میں آپ کی تبدیلی نہ ہو

اس دُعا کا نتیجہ تھا۔ کہ قدرت نے ایسے سامان پیدا کر دئے۔ کہ راستہ بالکل مسدود ہوگیا۔ جس پر شاہ صاحب نے اپنے افسر سے بذریعہ تار دریافت کیا۔ کہ راستہ ناممکن العبور ہے۔ اب کیا کیا جائے۔ اس پر افسر نے تار دی کہ تم واپس بارہ مولا آجاؤ۔

چنانچہ واپس بارہ مولا آئے۔ سردی کی وجہ سے شاہ صاحب کی صحت خراب ہوگئی۔ تین ماہ کی رخصت لیکر قادیان آگئے۔ یہ جنوری کا مہینہ تھا۔ حضرت اقدس شاہ صاحب کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا:۔

الحمد للہ۔ آپ کی تبدیلی رک گئی۔

شاہ صاحب نے عرض کیا۔ کہ حضور تبدیلی رُک تو گئی ہے۔ مگر گرمیوں میں پھر جانا پڑیگا۔ حضور دُعا کریں کہ اس دور دراز سفر سے نجات ہو جائے۔ حضور نے فرمایا۔

ہم ضرور دُعا کریں گے اور اللہ تعالیٰ قبول کریگا پھر فرمایا کہ آپ کتنی رخصت لے کر آئے ہیں

شاہ صاحب نے بتلایا۔ کہ تین ماہ کی۔ فرمایا کہ:۔

ہمارے حصے میں کتنی ہے۔ شاہ صاحب نے عرض کی کہ حضور سب آپ ہی کے لئے ہے۔ اس پر حضور بہت خوش ہوئے۔ حضور نے دُعا کا وعدہ کیا۔ اور یہ بھی پوچھا۔ کہ آپ کس جگہ کو پسند کرتے ہیں۔ شاہ صاحب نے جموں کو پسند کیا۔ اور وہ بھی محض اس لئے کہ وہ قادیان سے قریب ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ بہت اچھا جموں کا نام لے کر ہی دُعا کرینگے چنانچہ حضور نے دعا کی اور جموں کا نام لے کر دُعا کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گلگت کی بجائے آپ کی تبدیلی جموں میں ہوگئی۔ شاہ صاحب نے اس وقت حضرت اقدس کو خط اندر ہی بھیج دیا۔ جس پر حضور نے لکھا کہ:۔

مبارک ہو ہم نے تین سجدے شکر کے کئے ہیں۔ ابھی دس بارہ روز شاہ صاحب کی رخصت کے باقی تھے۔ کہ حضور سے رخصت ہو کر جموں آئے وہاں سے ایک عریضہ حضرت کو لکھا جو حضور نے **تتمہ حقیقۃ الوحی** میں نشان ۲۰۲ کے عنوان سے لکھا ہے جسے میں یہاں بجنسہٖ درج کر دیتا ہوں۔

نشان نمبر ۲۰۲۔ میرے ایک دوست سید ناصر شاہ اوورسیر اس گردش اور تشویش میں مبتلا ہوگئے تھے۔ کہ وہ گلگت میں تبدیل کئے گئے تھے۔ اور وہ سفر شدید اور تکالیف شاقہ کا تحمل نہیں کر سکتے تھے۔ آخر وہ رخصت لیکر دعا کرانے کے لئے میرے پاس آئے۔ تا وہ جموں میں متعین ہوں۔ اور گلگت میں نہ جائیں۔ اور یہ امر بظاہر محال تھا۔ کیونکہ گلگت میں ان کی تبدیلی ہوچکی تھی۔ اس لئے وہ نہایت مضطرب تھے ایک رات میں نے ان کے لئے اور نیز کئی اور دعائیں کیں۔ اور شوکت اسلام کے لئے بھی دعا کی۔ اور نماز تہجد میں دعائیں کرتا رہا۔ تب تھوڑی سی غنودگی کے ساتھ خدا نے مجھے خبر دی کہ تمام دعائیں قبول ہوگئیں۔ جن میں قوت اور شوکت اسلام بھی ہے۔ اسی پیرایہ میں مجھے اطلاع دی گئی۔ کہ سید ناصر شاہ کی تبدیلی ملتوی کی گئی۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ کہ خدا نے ان کے بارہ میں میری دعا قبول کی۔ اور نیز اس وجہ سے بھی خوشی ہوئی کہ خدا کے فضل اور رحمت کے بڑے نشان یہ ہیں۔ کہ وہ دعا قبول کرے۔ فی الفور میں نے انکو اطلاع دیدی۔ کہ تمہاری نسبت میری دعا قبول ہوگئی پھر بعد اس کے شاید تیسرے دن یا چوتھے دن ریاست کے کسی اہلکار کا ان کو خط آگیا۔ کہ آپ کی تبدیلی ملتوی کی گئی تب وہ چند روز بعد مجھ سے رخصت ہو کر جموں چلے گئے۔ اور جموں میں جا کر انہوں نے وہ خط بھیجا جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے:۔

بحضور اقدس پیر و مرشد مسیح موعود و مہدی معہود دام ظلکم السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ حضور والا کی خدمت میں مبارکباد عرض کرتا ہوں۔ کہ خاکسار کی تعیناتی خاص جموں نمبر اول ڈویژن.... میں ہوگئی ہے۔ احکامات جاری ہوگئے ہیں۔ اور اب یہ خاکسار گلگت نہیں جائیگا۔ الحمد للہ رب العالمین کہ حضور والا کی دعائیں خداوند کریم نے قبول فرمائیں۔ اور حضور کی دعا کے طفیل سے اللہ تعالیٰ نے دور و دراز سفر سے اس عاجز کو نجات بخشی۔ جناب عالی یہ عاجز کے لئے بڑا معجزہ ظہور میں آیا ہے۔ میرے پیارے مسیح اور مہدی میری جان و مال آپ پر قربان ہو۔ مجھے زیادہ تر یہ خوشی حاصل ہوئی کہ حضور والا کا وہ الہام پورا ہوا کہ آج جو دعائیں قبول ہوئیں ان میں قوت اور شوکت اسلام بھی ہے۔ اور حضور نے مجھے فرمایا تھا کہ ان دعاؤں میں سے یہ دعا بھی تھی کہ تمہاری گلگت کی تبدیلی ملتوی رہ جائے اور جموں میں تعیناتی ہو جس کی قبولیت کی اطلاع مل گئی ہے۔ سو خدا کا شکر ہے۔ کہ خدا کے فرمودہ کے مطابق ظہور میں آگیا۔ الحمد للہ۔ الحمد للہ۔

خاکسار۔ نابکار سید ناصر شاہ اوورسیر ڈویژنل افسر جموں مورخہ ۱۱ اپریل ۱۹۰۷ء

شاہ صاحب اور نزول المسیح کی طباعت

نزول المسیح کی طباعت کا روپیہ کی تنگی کی وجہ سے کام رکا ہوا تھا۔ شاہ صاحب کو ایک خواب میں تحریک ہوئی۔ آپ رخصت لے کر قادیان آئے اور ۲۵۰ روپے خدمت اقدس پیش کر دئے۔ جو حضور نے حضرت خلیفہ اول کے سپرد کر دئے اور ان کو نزول المسیح کی طباعت کا حکم دیا۔ شاہ صاحب کو جب معلوم ہوا۔ کہ نزول المسیح اس روپیہ سے طبع ہوگی۔ تو انہوں ایک رقعہ لکھ کر دیا۔ کہ حضور اس کتاب پر جو خرچ آئیگا۔ وہ میں ادا کرونگا۔ حضور نے آپ کی یہ درخواست منظور فرمائی۔ اور نزول المسیح کی طباعت کی خدمت آپ کو میسر آئی۔

آپ ایک نشان کے گواہ تھے

شاہ صاحب نے خدا تعالےٰ کے فضل سے بہت سے نشانات دیکھے۔ ایک نشان جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ۱۲ روز میں ظاہر ہوگا۔ اس وقت شاہ صاحب یہاں موجود تھے اور اس نشان کو اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھا۔ میں قارئین کے ازدیاد ایمان کے لئے اس نشان کو مفصل طور پر خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے الفاظ میں شائع کر دیتا ہوں۔ حضور تحریر فرماتے ہیں:۔

نشان نمبر ۱۹۷۔ پرچہ اخبار بدر مورخہ ۱۴ مارچ ۱۹۰۷ء مطابق ۲۸ محرم ۱۳۲۵ھ میں ایک الہام شائع ہوا تھا۔ جو ۷ مارچ ۱۹۰۷ء کو خدا تعالےٰ کی طرف سے میرے پر پیشگوئی کے طور پر ظاہر کیا گیا تھا۔ اور اس کی نسبت جو تفہیم ہوئی تھی وہ بھی اسی پرچہ ۱۴ مارچ میں درج کر دی گئی تھی۔ اور وہ الہام

یہ ہے۔ جو کہ اخبار مذکور کے صفحہ ۳ کے پہلے کالم میں درج کیا گیا ہے۔ پچیس دن یا یہ کہ پچیس دن تک۔ یعنی ۷ مارچ ۱۹۰۷ء سے پچیسویں دن یا یہ کہ ۲۵ دن سے جو ۳۱ مارچ ہوتی ہے کوئی نیا واقعہ ظاہر ہونے والا ہے اور اس الہام میں جو تفہیم ہوئی تھی وہ اسی کالم میں مندرجہ ذیل عبارت میں درج ہے۔ اور وہ یہ ہے:۔

الہام میں اشارہ ہے کہ ۷ مارچ ۱۹۰۷ء سے پچیس دن پورے ہونے کے سر پر یا ۷ مارچ سے پچیس دن تک کوئی نیا واقعہ ظاہر ہوگا۔ اور ضرور ہے کہ تقدیر الٰہی اس واقعہ کو روک رکھے۔ جب تک کہ سات مارچ ۱۹۰۷ء سے ۲۵ دن گذر نہ جائیں۔ یا یہ کہ ۷ مارچ سے ۲۵ دن تک یہ واقعہ ظہور میں آجائیگا۔ اگر صرف ۲۵ دن کے لحاظ سے معنی کئے جاویں تو اس صورت سے ضرور ہے کہ اس واقعہ کے ظہور کی یکم اپریل سے امید رکھی جائے۔ کیونکہ الہام الٰہی کی رو سے ساتویں مارچ پچیسویں دن کے شمار میں داخل ہے۔ اس صورت میں پچیس دن مارچ کے اکتیسویں دن تک پورے ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ سوال کہ وہ واقعہ کیا ہے جس کی پیشگوئی کی گئی ہے۔ اس کا ہم کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ بجز اس کے کہ کوئی ہولناک یا تعجب انگیز واقعہ ہے۔ کہ ظہور کے بعد پیشگوئی کے رنگ میں ثابت ہو جائیگا۔ دیکھو پرچہ اخبار بدر ۱۴ مارچ ۱۹۰۷ء پہلا اور دوسرا کالم۔

اس کے بعد جس رنگ میں یہ پیشگوئی ظہور میں آئی وہ یہ ہے۔ کہ ٹھیک ٹھیک ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء کو جس پر ۷ مارچ سے ۲۵ دن ختم ہوتے ہیں۔ ایک بڑا شعلہ آگ کا جس سے دل کانپ اٹھے آسمان پر ظاہر ہوا۔ اور ایک ہولناک چمک کے ساتھ قریباً سات سو میل کے فاصلہ تک (جو اب تک معلوم ہو چکا ہے۔ یا اس سے بھی زیادہ) جا بجا زمین پر گرتا دیکھا گیا۔ اور ایسے ہولناک طور پر گرا کہ ہزارہا مخلوق خدا اس کے نظارہ سے حیران ہو گئی۔ اور بعض بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ اور جب ان کے منہ میں پانی ڈالا گیا تب ان کو ہوش آئی۔ اکثر لوگوں کا یہی بیان ہے کہ وہ آگ کا ایک آتشی گولہ تھا۔ جو نہایت مہیب اور غیر معمولی صورت میں نمودار ہوا۔ اور ایسا دکھائی دیتا تھا۔ کہ وہ زمین پر گرا اور پھر دھواں ہو کر آسمان پر چڑھ گیا۔ بعض کا یہ بھی بیان ہے۔ کہ دم کی طرح اس کے ایک حصہ میں دھواں تھا اور اکثر لوگوں کا بیان ہے کہ وہ ایک ہولناک آگ تھی جو شمال کی طرف سے آئی اور جنوب کو گئی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ جنوب کی طرف سے آئی اور شمال کو گئی۔ اور قریب ساڑھے پانچ بجے شام کے اس وقوعہ کا وقت تھا۔ اور بعض کا بیان ہے کہ آسمان پر مغرب کی طرف سے ایک بڑا سا انگارہ نمودار ہوا اور پھر مشرق کی طرف نہایت نمایاں اور خوفناک طور پر دور تک چلا گیا۔ اور زمین کے اس قدر قریب آچکا تھا کہ ہر جگہ دیکھنے والوں کا یہی خیال تھا کہ اب گرا۔ اب گرا۔ اور بڑی بڑی عمر کے آدمیوں نے گواہی دی کہ اس قسم کا واقعہ مہیب اور ہولناک انہوں نے کبھی نہیں دیکھا۔ اور جہاں جہاں سے ہمارے پاس خط پہنچے ہیں۔ جن کا خلاصہ ہم نے شہادتوں کے طور پر ہر ایک مقام کے متعلق اس مضمون میں شامل کر دیا ہے۔ وہ بہت سے مقام ہیں۔ منجملہ ان کے کشمیر۔ راولپنڈی۔ پنڈی گھیب۔ جہلم۔ گجرات۔ گوجرانوالہ۔ سیالکوٹ۔ وزیر آباد۔ امرتسر۔ لاہور۔ فیروز پور۔ جالندھر۔ بسی سرہند۔ پٹیالہ۔ کانگڑہ۔ بھیرہ۔ خوشاب وغیرہ ہیں۔ اور ایک صاحب خدا بخش نام راولپنڈی سے لکھتے ہیں۔ کہ یہ آگ کا نشان ہندوستان میں بھی دیکھا گیا ہے۔ پس یہ کہنا بالکل صحیح ہے۔ کہ تنبیہ کے طور پر ان ممالک میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آگ برسی ہے۔ جیسا کہ میں نے شائع کیا تھا۔ کہ آسمان اسے غافلو اب آگ برسانے کو ہے۔ سو خدا نے یہ پیشگوئی پوری کی اگرچہ اس سے کوئی نقصان نہیں ہوا۔ صرف بعض آدمی بیہوش ہو گئے۔ مگر یہ آگ کی بارش آئندہ کسی بڑے عذاب کی خبر دے رہی ہے۔ اے سننے والو! ہوشیار ہو جاؤ۔ کہ بعد میں پچھتاؤ گے۔ (باقی آئندہ)

سالانہ جلسہ سلسلہ عالیہ احمدیہ

جلسہ کے ایام میں منارۃ المسیح

ایک زمانہ تھا جبکہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ مامور مسیح کی مخالفت میں ہندوستان کی چوٹی کے علماء سر سے لیکر پاؤں تک زور لگا رہے تھے۔ احمدیت کو کچلنے کیلئے اس سے بڑھکر کیا صورت ہو سکتی تھی کہ تمام عالم اسلامی میں ایک زبردست جوش تھا۔ قادیان کی طرف آنیوالا انسان کافر ہو جاتا تھا۔ احمدی سے گفتگو کرنے سے بیوی حرام ہو جاتی تھی۔ اور طلاق واقع ہو جاتی تھی۔ مسجدوں میں داخلہ بند۔ قبرستان میں دفن کیا جانا بند۔ کوئیں سے پانی لینا۔ کسی مسلمان کے حقہ سے روشنی لگانا۔ یا سودا تک خریدنا حرام اور ممنوع قرار دیا گیا۔ مسلمانوں نے ان فتوؤں پر پورے زور سے عمل کیا ان حالات میں سوائے کسی سرپھرے انسان کے کوئی عقل رکھنے والا انسان اپنے آپ کو اس مصیبت میں نہیں ڈال سکتا تھا۔ وہ زمانہ عجیب تھا۔ جگہ جگہ احمدیوں پر مظالم توڑے جاتے تھے۔ والدین اولاد سے جدا ہو رہے تھے۔ اور اولاد والدین سے جدا۔ اس حالت میں ہندوستان کے علماء کو یقین تھا کہ یہ تحریک بالکل رک جائیگی۔ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کے مسیح نے بعض چیزیں چاہیں۔ ان میں سے ایک منارۃ المسیح بھی تھا۔ میں چھوٹا بچہ تھا۔ مگر مجھے خوب یاد ہے۔ کہ مسجد اقصیٰ کی زمین میں ایک کوئیں کی طرح گہرا گڑھا بنیاد کے لئے کھودا گیا۔ باغ کے پاس بھٹہ لگایا گیا۔ اور باغ کی بیری کی طرف اینٹیں بنائی جانے لگیں۔ مینار کی بنیادوں میں چند مزدور داخل ہو کر روڑی وغیرہ کوٹتے تھے۔ اور یکبارگی ہو کر ہیلا ہیلا کے نعرے لگاتے تھے۔ یہ آواز بچوں کی زبان پر چڑھ گئی۔ گلی کوچوں میں ہیلا۔ ہیلا ہونے لگا۔ مینار کی غرض یہ تھی کہ وہ مسیح جو دنیا میں آچکا تھا۔ اور جس کی منادی دنیا میں ہو رہی تھی وہ اس پر اترے۔ اور پھر لوگوں کو کہے کہ دیکھو میں اس مینار پر اتر آیا ہوں بلکہ یہ تھی۔ کہ وہ لوگوں کو زبان حال سے بتلائے کہ آنیوالا آگیا ہے۔ اور اس میں گھڑیاں لگائی جائیں۔ جو کہ لوگوں کو وقت بتلائیں۔ اور اس امر کی طرف رہنمائی کریں کہ جس کے آنیکا وقت تھا وہ آچکا ہے۔ اس لئے تم اس وقت کو پہچانو۔

پھر اس میں روشنی کا انتظام ہو تاکہ اندھیری راتوں میں بھولے بھٹکے راہ پائیں۔ اور وہ روشنی اس امر کا نشان ہو کہ روحانی تاریکی میں بھی روشنی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور وہ نور آسمان سے ظاہر ہو گیا ہے۔

باوجود اس کے کہ اس مینار کے مقاصد بہت اعلیٰ تھے مگر موسموں کی وہ ضرب جو مینار کی بنیادوں پر پڑی تھی اس نے دشمنوں کے گھروں میں ایک تہلکہ مچا دیا۔ اور اس کی دیواریں متزلزل ہوگئیں۔ الکفر ملۃ واحدۃ کے مصداق قومیں اٹھیں اور حکومت سے استغاثہ کرنے لگیں کہ اس کی عمارت کو روکدیا جائے۔ مخالفت کا ایک زبردست طوفان اٹھا۔ مگر خدا تعالیٰ کو منشاء کے ماتحت وہ لوگ اپنے منصوبے میں کامیاب نہ ہوئے۔ اور مینار کی تعمیر رک نہ سکی۔

حکومت نے یہ فیصلہ کیا کہ مینار روکنے کی کوئی معقول وجہ نہیں۔ مینار زمین سے بلند ہوا تو چند فٹ اونچا ہو کر رہ گیا۔ اور اس پر سال بر سال گزرتا چلا گیا۔ دشمنوں نے ہنسی پر ہنسی کی اور ٹھٹھے پر ٹھٹھا کر کے دیکھو جس مینار کے لئے اتنے لمبے چوڑے دعوے تھے وہ مینار بھی نہ بن سکا۔ خدا کی مشیّت نے مسیح موعود کے زمانے کو ۱۹۰۸ء میں ختم کر دیا اور زمانہ خلافت آگیا۔ خلافت اولیٰ میں بھی یہ مینار نہ بن سکا بعض لوگوں کو یہ خیال گزرا کہ اب یہ کہاں بن سکے گا۔ مگر خدائے جس زمانہ کے لئے مقدر کیا تھا۔ اسی میں ہی وہ بننا چاہیئے تھا۔ دشمن بھی اب ہنس کر خاموش ہو چکا تھا۔ اپنے احباب بھی اسکی تعمیر کے خیال کو بھول چکے تھے۔ حتیٰ کہ اس انسان کا دور آگیا جس کے متعلق کہا گیا تھا۔ کہ حسن و احسان میں تیری نظیر ہوگا۔ مینار پر ایک دفعہ پھر معمار بیٹھے ہوئے دیکھے گئے۔ مینار اونچا ہی اونچا ہوتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ وہ اس قدر بلند ہوا کہ ارد گرد کے علاقے میں اس قدر بلند و بالا کوئی عمارت نہیں۔ مینار پر گیس کی روشنی کا انتظام تھا۔ مگر وہ روشنی اس قدر دور تک نہ جا سکتی تھی۔ گھڑی لگائی گئی مگر رات کی تاریکی میں اسکی سوئیاں نظر نہ آتی تھیں۔ بلکہ گیس کی روشنی میں بھی نظر نہ آسکتی تھیں۔

لیکن

اس سال کے جلسے نے مینار کو اس شان میں ظاہر کر دیا۔ جو اس کی اصل شان تھی گھڑی کے اندر بجلی کی روشنی تھی جس سے گھڑی کی سوئیاں ہی نہیں بلکہ منٹوں کے نشان بھی دیکھے جا سکتے تھے۔

قادیان میں بجلی کی روشنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نشانوں میں سے ایک نشان ہے۔ وہ اسی سال قادیان میں آئی تھی مینار کی چاروں طرف اپنی شان کا اظہار کر رہی تھی۔ مینار پر بجلی کی روشنی نے کئی کئی میل قادیان کے علاقے کو بقعۂ نور بنا دیا تھا۔ گھروں کے اندر تک اسکی روشنی پہنچ رہی تھی۔ میں نے بغداد۔ دمشق اور بیت المقدس اور مصر کے مینار دیکھے باوجود اس کے کہ وہ مینار اسلامی حکومتوں کی نگرانی میں تھے مگر میں نے ان پر رات کو روشنی نہ دیکھی۔ لیکن قادیان کے مینار پر وہ روشنی جسکا ارادہ مسیح موعودؑ نے کیا تھا چمکی۔ اور بڑی شان سے چمکی۔ قادیان میں بجلی پیدا کرنے کا کوئی انتظام نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر خدا تعالیٰ نے ہیڈرو الکٹرک کمپنی کے ذریعے بجلی پیدا کر دی۔ اور اسے قادیان میں پہنچا دیا۔ وہ ساری باتیں جو اس زمانے کے راستباز کے منہ سے نکلی تھیں پوری ہوئیں۔ مینار کے مخالف مٹ گئے مگر مینار بن گیا۔ گھڑیاں اپنا کام کر رہی ہیں۔ اور بجلی کی روشنی اپنا اعلان کر رہی ہے۔ گاؤں کے لوگ رات کو جب بجلی دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اوہ میرزے قادیاں والے دے مینار اتے بجلی جلدی اے۔ میری آنکھوں کے سامنے

مینار کی تعمیر کے سب ادوار گزرے اور جب میں نے مینار کو اس شان سے چمکتے ہوئے دیکھا تو میری روح وجد کرنے لگی اور میں اپنے دل میں اپنے آقا پر سلام و درود بھیجنے لگا۔ میں احمدیہ بازار کے قریب اس نظارہ کو دیکھنے میں محو تھا اور اپنے خیالات میں غرق تھا کہ عشاء کی نماز کے لئے مؤذن نے مینار سے اذان دینی شروع کی اور کہا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر۔ ... باتیں پوری ہیں۔ اور سچائی کا بول بالا ہے۔ مؤذن نے جب کہا۔ اشہد ان محمد الرسول اللہ۔ تو میں نے سنا کہ پاس کھڑا ہوا نووارد سپاہی دوسرے سپاہی سے کہہ رہا تھا کہ یار اسیں تے سنیا سی کہ ایتھے بانگ نہیں دیندے۔ ایتھے بانگاں وی دیندے تے نمازاں وی پڑھدے ہن۔ میں نے اپنے دل سے کہا کہ بیشک منارۃ المسیح ظاہری تاریکی ہی دور نہیں کرتا بلکہ دل کی تاریکی بھی دور کرتا ہے۔ (باقی آئندہ)